لازوال

اداریہ

موبائل کی لت، بچوں کیلئے کتنی خطرناک!

موبائل کا زیادہ استعمال ہمارے بچوں کی جسمانی اور ذہنی تندرستی پر مضر اثرات مرتب کرتا ہے۔ اتنا بھی نہیں بلکہ یہ لت کا باعث بن سکتا ہے، سماجی تعاملات میں رکاوٹ بن سکتا ہے، اور ان کی تعلیمی کارکردگی کو بھی متاثر کرسکتا ہے۔ علاوہ ازیں موبائل کی لت طلباء کو آن لائن سیکھنے کے کاموں پر توجہ مرکوز کرنے کی صلاحیت کو بری طرح متاثر کرسکتی ہے۔ کیونکہ اس دوران اطلاعات کو چیک کرنے، سوشل میڈیا فیڈز کے ذریعے سکرول کرنے، یا دیگر غیر تعلیمی سرگرمیوں میں مشغول ہونے کی مسلسل خواہش بچوں کی توجہ ہٹا سکتی ہے اور ان کی ترقی کو روک سکتی ہے۔ موبائل کی لت اکثر آن لائن سیکھنے کے ماحول میں پیداوری میں کمی کا باعث بنتی ہے۔ طلباء اپنے کورس ورک اور اسائنمنٹس کو نظر انداز کرتے ہوئے، غیر تعلیمی سرگرمیوں پر ضرورت سے زیادہ وقت صرف کرتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر وہ کامیاب آن لائن سیکھنے کے کورسز سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ موبائل کی لت اکثر وقت کے موثر انتظام میں خلل ڈالتی ہے، کیونکہ طلباء اپنے آلات میں مگن رہتے ہوئے وقت سے باخبر رہ سکتے ہیں۔ وقت کا ناقص انتظام مطالعہ میں ڈھانچے کی کمی کا باعث بن سکتا ہے، سپر نقصان دہ اثرات مرتب کرسکتی ہے، آن لائن سیکھنے کو مزید متاثر کرسکتی ہے۔ وہیں موبائل کی لت آن لائن سیکھنے کے لیے اہم چیلنجز پیش کرتی ہے، جس سے طلباء کی توجہ، پیداواری صلاحیت، وقت کا انتظام، مشغولیت، اور ذہنی تندرستی متاثر ہوتی ہے۔ تاہم ضرورت اس بات کی ہے تعلیمی اداروں اور طلباء کے والدین کو چاہیے کو وہ صحت مند ٹیکنالوجی کے استعمال کو فروغ دینے والی حکمت عملیوں پر عمل درآمد کرکے ان مسائل کو حل کریں۔ والدین اور اساتذہ کے لیے اس مسئلے کو حل کرنا بہت ضروری ہے۔ انہیں اپنے بچوں کو موبائل ڈیوائسز کو ذمہ داری سے استعمال کرنے کیلئے قائل کرنا ایک چیلنج ہے۔ ہمیں انہیں موبائل کی لت کے نتائج سے آگاہ کرنا چاہیے اور آن لائن اور آف لائن سرگرمیوں کے درمیان توازن قائم کرنے کیلئے ان کی رہنمائی کرنی چاہیے۔ کیونکہ آن لائن اور آف لائن سیکھنے کے درمیان صحیح توازن تلاش کرنا ہی ہمارے بچوں کے روشن تعلیمی مستقبل کی کلید ہے۔ اسلئے والدین، اساتذہ اور معاشرے کے ذمہ دار لوگوں کو مل کر موبائل کی لت کے مسئلے کو حل کرنا چاہیے اور استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔

منی پور سے کیوں بے پرواہ سرکار

گزشتہ تقریباً پونے دو سال سے منی پور نسلی تصادم کی وجہ سے تشدد کا شکار ہے۔ رہ رہ کر تصادم کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ ہزاروں بے گھر ہو چکے لوگ راحت کیمپوں میں رہنے کو مجبور ہیں۔ 200 سے زیادہ لوگوں کی جان جا چکی ہے۔ کئی دل دہلا دینے والی ویڈیو بھی سامنے آئیں۔ مگر مرکزی و ریاستی حکومت کے رویہ، لا پروائی اور بدانتظامی کی وجہ سے حالات ٹھیک ہونے کا نام نہیں لے رہے۔ وہاں دن بدن حالت نازک ہو رہی ہے۔ تشدد کے حالیہ واقعات کی وجہ سے منی پور کے حالات ایک بار پھر بگڑتے نظر آ رہے ہیں۔ منی پور کے 16 میں سے 7 اضلاع میں اس کا اثر ہے۔ دراصل جری بام ضلع میں سیکورٹی فورسز نے کوکی طبقہ کے 10 نوجوانوں کو دہشت گرد بتا کر مار گرایا تھا۔ تصادم کے دوران میتی کی تین خواتین اور تین بچے اغوا ہو گئے۔ امپھال میں اسکول کے بچوں نے ہیومن چین بنا کر ان کی رہائی کی مانگ کی۔ منی پور کے جیری بام ضلع میں بہنے والی بارک ندی میں 16 نومبر کو چھ لاشیں ملیں۔ ان میں دو خواتین اور ایک بچے کی لاش بھی شامل تھی۔ وہ 11 نومبر سے لاپتہ تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ انہیں قتل کیا گیا ہے۔ ان میں سے پانچ کی لاشیں برآمد ہوئیں اور ایک لاش 18 نومبر کو ملی۔ جیری بام ضلع میں 17 نومبر کی رات کو میتی مظاہرہ میں شامل ایک شخص کی پولس کی گولی سے موت ہو گئی تھی۔ جس کے بعد سے حالات اور خراب ہو گئے۔ یہ ضلع 2023 کے تشدد سے بھی متاثر نہیں ہوا تھا لیکن ایک کسان کی لاش ملنے کے بعد یہ نسلی تصادم کا حصہ بنا۔

ریاست میں تشدد اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ سی آر پی ایف کیمپوں پر بھی حملے ہو رہے ہیں۔ واضح رہے کہ 11 نومبر کو سی آر پی ایف کے ذریعہ ایک انکاؤنٹر میں مارے گئے کوکی عسکریت پسندوں کی وجہ سے ناراض انتہا پسند تنظیمیں پولیس اور سیکورٹی فورسز بالخصوص سی آر پی ایف کو نشانہ بنا رہی ہیں جو تشویشناک ہے۔ موجودہ تشدد کے بعد مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ ودربھ کی اپنی ریلی چھوڑ کر دہلی لوٹ آئے۔ سیکورٹی ایجنسیز کے افسران سے کئی دور کی میٹنگ کے بعد انہوں نے سی آر پی ایف کے ڈائریکٹر جنرل انیش دیال کو منی پور کی راجدھانی امپھال بھیجا ہے، تاکہ وہ موقع پر بیٹھ کر تشدد پر قابو پانے سے متعلق اقدامات کی ہدایت دے سکیں۔ تشدد کے نئے واقعات کے پیش نظر ریاست کے چھ اضلاع میں کرفیو نافذ کر دیا گیا ہے۔ انٹرنیٹ بند رنے کے ساتھ اسکول کالج کو بھی بند رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اس کے پیش نظر امپھال میں فوج اور آسام رائفلز کے مزید 50 کمپنیوں کو تعینات کیا گیا ہے۔ سیکورٹی دستے گشت کر رہے ہیں۔ امپھال ایسٹ،

ڈاکٹر مظفر حسین غزالی

امپھال ویسٹ، بشنو پور، تھوبل اور کچنگ اضلاع میں پابندیاں لگائی گئی ہیں کیونکہ ان میں تشدد کے واقعات زیادہ ہوئے ہیں۔

حالانکہ پولس نے لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے سلچر، آسام کے سرکاری اسپتال بھیج دیا ہے۔ 16 نومبر کو ہی شرپسندوں نے دارالحکومت میں تین وزراء اور چھ ایم ایل اے کے گھروں میں توڑ پھوڑ کی۔ صحت اور خاندانی بہبود کے وزیر ساپم رنجن (امپھال ویسٹ کا لمپل سنگیتھل علاقہ)، پی ڈی ایس کے وزیر سسیندرو سنگھ ایل۔ (امپھال ایسٹ)، شہری ترقی کے وزیر وائی کھیم چند (سنگھمائی، امپھال ویسٹ) وغیرہ کے گھر پرتشدد ہجوم کا نشانہ بنے۔ ان میں وزیر اعلیٰ این بیرن سنگھ کے داماد آر کے امو کی رہائش بھی شامل ہے۔ منی پور یونیورسٹی کے طلبہ نے امپھال میں مظاہرہ کیا۔ وزیر اعلیٰ اور گورنر ایل پی آچاریہ کے پتلے جلائے۔ ایک بڑا ہجوم سیکریٹریٹ کی طرف بڑھ رہا تھا جسے منتشر کرنے کے لیے سیکورٹی فورسز نے آنسو گیس کے گولے داغے۔

مظاہرین نے اسمبلی کے قریب تھنگ مئی بینڈ میں سڑکوں پر ٹائر جلائے۔ ریاستی حکومت کی نااہلی اور ناکامی ایسی ہے کہ اس کے وزراء خود پریشان ہیں۔ ساپم رنجن نے مظاہرین سے کہا کہ وہ چھ لوگوں کے قتل کا معاملہ کابینہ میں اٹھائیں گے اور اگر حکومت نے عوام کے جذبات کا احترام نہیں کیا تو وہ کابینہ سے استعفیٰ دے دیں گے۔ ایک طرف، انسانی حقوق کی تنظیموں کی رابطہ کمیٹی نے ریاست میں عسکریت پسندی کو نیست و نابود کرنے کے لیے 24 گھنٹے کے اندر فوجی کارروائی کا مطالبہ کیا، تو دوسری جانب اس نے آرمڈ فورسز اسپیشل پاورز ایکٹ (AFSA) کو فوری طور پر منسوخ کرنے کا مطالبہ بھی دہرایا۔ دوسری طرف منی پور کی بی جے پی حکومت میں شامل نیشنل پیوپلس پارٹی نے اپنی حمایت واپس لے لی ہے۔ اس کے سات ممبران اسمبلی حکومت کی حمایت کر رہے تھے۔ حالانکہ اس کی وجہ سے فی الحال حکومت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ 60 ممبران والی اسمبلی میں بی جے پی کے پاس 32 ارکان ہیں۔ جو اکثریت سے ایک زیادہ ہے۔

درحقیقت، مرکزی اور ریاستی حکومتیں ابھی تک اس خطے میں کوکی اور میتی برادریوں کے درمیان مفاہمت اور بات چیت میں کوئی دلچسپی نہیں دکھا رہی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ بی جے پی اپنے سیاسی فائدے کے لیے نہ صرف اس جدوجہد کو جاری رکھنے میں دلچسپی رکھتی ہے بلکہ اس کو ہوا دے رہی ہے۔ کیونکہ کوکی طبقہ پہاڑ و جنگلات میں رہتا ہے۔ جہاں معدنیات کا بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ مرکزی حکومت کوکی طبقہ کو بے دخل کرنا چاہتی ہے تاکہ یہ علاقہ اپنے دوست کارپوریٹس کو دے سکے۔ کوکی کو ایس ٹی کا درجہ حاصل ہے اور وہ اپنی زمین کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ کوکی عیسائیت میں اور میتی برادری ہندو عقائد پر یقین رکھتی ہے۔ بی جے پی خود کو ہندوؤں کی ہمدرد بتانے کی کوشش کرتی ہے۔ یاد رہے کہ مئی 2023 میں منی پور کے ایک علاقے میں دو کوکی لڑکیوں کی برہنہ پریڈ کی ویڈیوز منظر عام پر آئی تھیں۔ اس سے بھارت سمیت دنیا بھر نے غم و غصہ کا اظہار کیا تھا۔ یہ مسئلہ کئی ممالک میں اٹھایا گیا لیکن مودی، شاہ یا کسی بی جے پی لیڈر نے اس پر ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ نہ ہی اس پر پارلیمنٹ میں بحث ہوئی۔ ملک کی سیکولر امیج کی قیمت پر بھی مودی، شاہ خاموش رہے اور اسے اپنی پولرائزیشن کی سیاست کا آلہ بنایا۔ جس کی وجہ سے صورتحال یہاں تک پہنچی ہے۔

منی پور کے ایماکیتھل میں COCOMI تنظیم اور منی پور کے لوگ غیر معینہ مدت کے لئے احتجاج پر بیٹھے ہیں۔ وہ ریاست میں امن قائم کرنے کی مانگ کر رہے ہیں۔ وہیں کوکی طلبہ تنظیموں نے کافن ریلی نکالنے کا اعلان کیا ہے۔ اس میں زومی اسٹوڈنٹ فیڈریشن، کوکی اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن اور ہمار اسٹوڈنٹ ایسوی ایشن شامل ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جیری بام میں مارے گئے 10 نوجوانوں خراج تحسین دیتے ہوئے چراچاندپور میں کافن ریلی نکالی جائے گی۔ اس میں دس ڈمی تابوت لے کر جائیں گے۔ منی پور کے حالات اتنے سنگین ہیں لیکن وزیر اعظم پورے ملک میں گھوم گھوم کر انتخابی ریلیاں کر رہے ہیں لیکن انہیں آج تک منی پور جانے کا وقت نہیں ملا۔ وزیر داخلہ امت شاہ نے بھی اپنی انتخابی ریلیوں اور مہم کو کبھی نہیں چھوڑا، امت شاہ اب وزیر داخلہ کے طور پر اپنی ذمہ داری کو نبھانے کے لیے باہر نکل آئے ہیں۔ شاہ کی انتخابی میٹنگیں اتوار کو ودربھ کے گڑھچرولی اور وردھا اور ناگپور اضلاع کے کٹول اور ساونیر میں ہوئیں۔ صبح وہ ناگپور کے ہوٹل سے نکلے لیکن اپنی ملاقاتیں منسوخ کر کے دہلی روانہ ہوئے۔ شاید اس کا حکم خود نریندر مودی کی طرف سے آیا ہو گا جو اس وقت نائجیریا، برازیل اور گیانا کے دورے پر ہیں۔ پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر حالات اتنے سنگین ہیں تو مودی بیرون ملک کیوں گئے؟ سوال خود ہی بے معنی ہے کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ مودی انتخابی مہم اور غیر ملکی دوروں کو کسی بھی حالت میں نہیں چھوڑتے۔ سچ تو یہ ہے کہ مودی اور شاہ نے منی پور کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے کبھی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ اس کے برعکس انہوں نے اس سانحہ کا سیاسی فائدہ اٹھایا۔ بقول راہل گاندھی اور کانگریس صدر ملیکارجن کھرگے بی جے پی کا عوام سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ وہ صرف الیکشن لڑنے کی مشین بن کر رہ گئی ہے۔ منی پور پر وزیر اعظم اور وزیر داخلہ کی بے حسی جتنی قابل تشویش اور قابل تنقید ہے بی جے پی کے دوسرے لیڈران کا رویہ بھی کچھ کم افسوسناک نہیں ہے۔ اس کی ایک اور مثال جھانسی کے سرکاری اسپتال میں لگی زبردست آگ میں جھلس کر مرے 10 نومولود ہیں۔ یوپی کے وزیر اعلیٰ جھانسی جانے کے بجائے کانپور کی ایک اسمبلی سیٹ پر ہو رہے ضمنی انتخاب میں روڈ شو کرنے پہنچ گئے۔ اس بے پروائی کے باوجود بی جے پی کا دعویٰ سب سے بہتر ہونے اور رام راج قائم کرنے کا ہے۔

سلم بستیوں کو بھی بنیادی سہولیات سے جوڑنا ہوگا

جے پور، راجستھان کا دارالحکومت، اپنی تاریخی عمارتوں، متنوع ثقافت اور سیاحتی مقامات کے لیے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ لیکن اس کا ایک اور پہلو بھی ہے جسے بڑی حد تک نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہ پہلو شہر کی کچی آبادیوں کا ہے جہاں ہزاروں افراد زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ یہ علاقہ دوسری دنیا کی تصویر پیش کرتا ہے۔ ان علاقوں میں تنگ گلیاں، کچرے کے ڈھیر، ٹوٹی پھوٹی سڑکیں، مکانات اور نالیوں کا پانی سڑک پر بہتا اور پینے کے صاف پانی کی عدم دستیابی عام ہے۔ یہاں کے لوگ نہ صرف غریب ہیں بلکہ زندگی کی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہیں۔ ان کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ان بستیوں میں صفائی کا مکمل فقدان ہے۔ کچرے کا مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے یہاں بیماریاں عام ہیں بالخصوص بچے، نوعمر لڑکیاں اور بوڑھے اس سے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ جے پور میں ایسی ہی ایک کچی بستی راون منڈی ہے۔ ریاستی سیکرٹریٹ سے تقریباً 12 کلو میٹر دور واقع اس کالونی میں 40 سے 50 کچی بستیاں ہیں۔ جس میں تقریباً 300 لوگ رہتے ہیں۔ اس کچی بستی میں درج فہرست ذات اور درج فہرست قبائل کی اکثریت ہے۔ جس میں جوگی، کالبیلیہ اور میراسی کمیونٹیز بنیادی طور پر شامل ہیں۔ ہر سال وجے دشمی کے موقع پر راون دہن کے لیے 3 فٹ سے 30 فٹ تک کے راون، میگھناد اور کمبھکرن کے مجسمے تیار کیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ لوگ اسے خریدنے کے لیے جے پور کے باہر سے بھی آتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس بستی کو راون منڈی کے نام سے پہچانا گیا ہے۔

وجے دشمی کے دوران مجسمے تیار کرنے کے علاوہ، سال کے دوسرے دنوں میں یہاں کے باشندے اسکریپ، بانس سے بنی اشیاء، یا یومیہ مزدوری کرنے والے مزدوروں کے طور پر اپنی روزی کماتے ہیں۔ شہر میں آباد ہونے کے باوجود اس کالونی میں بنیادی سہولیات کا فقدان ہے۔ ان میں صحت اور تعلیم بھی بڑا مسئلہ ہے۔ یہاں خواتین اور بچوں میں صحت اور غذائیت کی کمی بہت عام ہے۔ مالی مجبوریوں کی وجہ سے وہ غذائیت سے بھرپور خوراک حاصل نہیں کر پاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہاں کی اکثر خواتین بالخصوص حاملہ خواتین اور نوزائیدہ بچے غذائی قلت کا شکار نظر آتے ہیں جبکہ دیگر مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہیں۔ کسی قسم کا شناختی کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے وہ بیماری کے دوران صحت کی مکمل سہولیات حاصل نہیں کر پاتے ہیں۔ اس حوالے سے بستی کی 38 سالہ شانتی دیوی کا کہنا ہے کہ ان کے خاندان کا تعلق کالبیلیا برادری سے ہے۔ جس کی شناخت خانہ بدوش قبیلے کے طور پر کی جاتی ہے۔ خانہ بدوش ہونے کی وجہ سے ان کی کوئی مستقل رہائش نہیں تھی۔ ایسے میں ان لوگوں کا کبھی کوئی سرٹیفکیٹ نہیں بن سکا۔ تاہم اب وہ گزشتہ 8 سال سے راون منڈی میں رہ رہی ہیں۔ اس کے باوجود آج تک ان کا یا ان کے خاندان کے کسی فرد کا مستقل رہائشی سرٹیفکیٹ نہیں بن سکا ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں سرکاری اسپتال میں کوئی سہولت میسر نہیں ہے۔

سیتا رام گجر

جب وہ ہسپتال جاتی ہیں تو انہیں یہ کہہ کر واپس کر دیا جاتا ہے کہ کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں ہے۔ ایسی حالت میں انہیں پرائیویٹ ہسپتال جانے کو کہا جاتا ہے۔ جہاں علاج بہت مہنگا ہے۔ ایسے میں وہ اکثر کالونی آنے والے ڈاکٹر سے مقامی علاج کرواتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ اس کے پاس ڈاکٹر کی ڈگری ہے یا نہیں؟ وہیں 42 سالہ راجہ رام جوگی کا کہنا ہے کہ اس کالونی میں پینے کا صاف پانی دستیاب نہیں ہے۔ وہ قریبی سرکاری نل سے پانی بھرتے ہیں لیکن اکثر وہ وہاں سے پانی نہیں لے پاتے۔ ایسے میں کالونی کے کچھ گھرانے آپس میں چندہ اکٹھا کرتے ہیں اور ہر ہفتے ایک واٹر ٹینکر منگواتے ہیں تاکہ خاندان کو پینے کا صاف پانی مل سکے۔ لیکن پانی ختم ہونے پر وہ گندا پانی پینے پر مجبور ہیں۔ پینے کے صاف پانی کی کمی کا ان لوگوں کی صحت پر براہ راست منفی اثر پڑتا ہے۔ زیادہ تر لوگ گندے اور آلودہ پانی پر انحصار کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس بستی میں پانی سے پیدا ہونے والی بیماریاں عام ہیں۔

مانسرور میٹرو اسٹیشن کے قریب واقع اس کچی بستی میں اسکولوں کی کمی اور غربت کی وجہ سے بچے چائلڈ لیبر کے طور پر کام کرنے پر مجبور ہیں۔ 26 سالہ نوتن کہتی ہیں کہ ہماری کالونی میں ایک بھی آنگن واڑی سینٹر نہیں ہے جہاں ہمارے بچوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ غذائیت سے بھرپور کھانا بھی مل سکے۔ قریب ترین آنگن واڑی مین روڈ کے دوسری طرف ہے جہاں سے بچوں کو تیز رفتار گاڑیوں سے گزرنا پڑے گا جو کسی بھی طرح ممکن نہیں ہے۔ تاہم، اس آنگن واڑی میں کام کرنے والی کارکنان بچوں کو پولیو کی دوائیں دینے کے لیے وقت پر آتی ہیں۔ لیکن یہاں بہت سے بچے اب بھی تعلیم سے محروم ہیں، ان بچوں کو بہت چھوٹی عمر میں کام پر لگا دیا جاتا ہے۔ نوتن بتاتی ہیں کہ چند سال پہلے ایک نوجوان لڑکی اپنی مرضی سے اس کالونی کے چھوٹے بچوں کو پڑھانے آتی تھی۔ جس کی وجہ سے یہاں کے بچوں میں تعلیم کا جوش پیدا ہوا۔ لیکن پچھلے کچھ مہینوں سے اب وہ لڑکی یہاں نہیں آتی۔ جس کی وجہ سے بچوں کی پڑھائی دوبارہ ٹھپ ہو کر رہ گئی ہے۔

اسی کالونی میں رہنے والا سولہ سالہ نوجوان دنیش اور اس کی 18 سالہ بہن لکشمی اپنے والدین کے ساتھ کام پر جاتی ہیں۔ وقت پر اچھا کھانا نہ ملنے کی وجہ سے دونوں بہن بھائی غذائی قلت کا شکار ہو گئے ہیں۔ دنیش کے جوڑوں میں ہر وقت درد رہتا ہے اور وہ جسمانی طور پر بھی بہت کمزور ہو گیا ہے۔ وہ بیک وقت کئی بیماریوں کا شکار ہے۔ صرف دنیش اور لکشمی ہی نہیں بلکہ یہاں کے تقریباً تمام نوعمروں کا بھی یہی حال ہے۔ اس کالونی کی کچھ لڑکیوں کا کہنا ہے کہ ان کا سب سے بڑا مسئلہ پانی کی کمی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اکثر تین دن میں ایک بار نہاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ صفائی کا خیال نہیں رکھ پاتی۔ ماہواری کے دوران پانی کی کمی ان کے لیے بہت تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے صحت سے متعلق کئی بیماریوں کا سامنا ہے۔

راون منڈی میں صفائی کا فقدان صاف نظر آرہا ہے۔ یہاں کے لوگ اپنے اردگرد پھیلی گندگی اور بدبو کے درمیان زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ان کے پاس بیت الخلا کی سہولت بھی نہیں ہے۔ یہاں مرد اور عورتیں سب بیت الخلا کے لیے باہر جاتے ہیں۔ بستی کے 55 سالہ تو تارام کالبیلیا کا کہنا ہے کہ وہ سوچھ بھارت ابھیان کے تحت اپنے گھر میں بیت الخلا نہیں بنا سکتے کیونکہ وہ جہاں رہتے ہیں وہ زمین ان کی نہیں بلکہ حکومت کی ہے۔ جہاں سے انہیں کسی بھی وقت بے دخل کیا جا سکتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وجے دشمی کے موقع پر بڑی تعداد میں لوگ یہاں مجسمے خریدنے آتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمارا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ جبکہ ہمارے مسائل صرف اس کالونی کے مکینوں کے نہیں ہیں بلکہ اسے پورے معاشرے کا مسئلہ سمجھتے ہوئے اس کے حل پر غور کرنا چاہیے۔ یہاں بھی پینے کا صاف پانی، صفائی، تعلیم اور صحت کی سہولیات فراہم کی جائیں تاکہ اس کالونی کے لوگ بھی صحت مند اور بیماریوں سے پاک زندگی گزار سکیں۔ کمانے کی بجائے بچے تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اور معاشرے کی ترقی میں بھی اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔

آج بھی ہمارے ملک کی ایک بڑی آبادی ایسی ہے جو شہروں اور میٹرو میں رہتی ہے لیکن شہر کے دیگر علاقوں کی طرح ہر قسم کی سہولیات کا فقدان ہے۔ شہری علاقوں میں ایسے علاقوں کو کچی آبادی کہتے ہیں۔ ان بستیوں میں زیادہ تر معاشی طور پر کمزور طبقات رہتے ہیں۔ جو روزی روٹی کی تلاش میں گاؤں سے شہر کی طرف ہجرت کرتا ہے۔ ان میں رہنے والے زیادہ تر خاندان روزانہ مزدوری کر کے اپنی روزی کماتے ہیں۔ حکومت اور مقامی انتظامیہ ان علاقوں کی ترقی کے لیے حکومت کے ساتھ ساتھ غیر سرکاری تنظیمیں اور عوام الناس کے مسائل بھی حل کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، لوگوں کو صحت کی خدمات فراہم کرنے کے لیے اس کالونی میں وقتاً فوقتاً ایک موبائل ہیلتھ کلینک چلایا جا سکتا ہے۔ نیز، کمیونٹی پہل کر کے آنگن واڑی اور تعلیمی مراکز قائم کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ پانی اور صفائی پر کام کرنے والی تنظیمیں یہاں کے لوگوں کے لیے کمیونٹی ٹوائلٹ اور چھوٹے پیمانے پر واٹر پلانٹس بنا سکتی ہیں۔

درحقیقت، راون منڈی اور اس جیسی دیگر کچی آبادیوں کا انحصار صرف حکومتی امداد پر نہیں ہو سکتا، بلکہ کمیونٹی کی شراکت سے مکینوں کو بنیادی سہولیات فراہم کی جا سکتی ہیں۔ اسے ترقی کے دھارے سے جوڑنے کی ضرورت ہے، تاکہ یہ علاقہ بھی شہر کی پہچان بن سکے۔ اگر صحیح سمت میں کوششیں کی جائیں تو راون منڈی سیاحت کا مرکز بن کر ابھر سکتا ہے، جس کے ذریعے کالونی کے مکینوں کو روزگار کے نئے مواقع مل سکتے ہیں اور ان کی زندگی کی تمام ضروری ضروریات بھی پوری ہو سکتی ہیں۔ کچی آبادیوں کی بحالی کے منصوبے کے تحت اس کالونی کے لوگوں کی زندگیوں میں بھی تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔

(چرخہ فیچرس)